# العنایۃ فی تحقیق الاحادیث الغریبۃ فی الھدایۃ

## تعارف وتبصرہ

مولانا عتیق احمد بستوی
استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قوموں کی علمی وفکری زندگی اس پر موقوف ہے کہ ان کے یہاں تحقیق وریسرچ کا سلسلہ جاری رہے، اور اس میں ترقی اور پیش رفت ہوتی رہے جو قوم تحقیق وریسرچ کے قافلہ سے پچھڑ جاتی ہے، اس کے یہاں یہ کام موقوف ہوجاتا ہے یا کمزور پڑ جاتا ہے وہ رفتہ رفتہ جمود وتعطل کا شکار ہوجاتی ہے، اور دوسری اقوام کی دریوزہ گری کرتی ہے۔

اسلام نے علم وتحقیق، تفکر وتدبر، استدراک اور نقد کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی ہے، مسلمانوں نے اسلامی علوم ہی نہیں بلکہ تمام مفید عصری اور انسانی علوم کو ترقی دینے، انہیں آگے بڑھانے اور علوم وفنون کے مختلف میدانوں میں تحقیق ودراسہ، استنتاج واستخراج، اختراع وایجاد کی ہمت افزائی کی ہے اور علم کے بارے میں کتاب وسنت کے دیئے ہوئے تصورات کی بنیاد پر تمام نافع علوم کی قدر شناسی اور ہمت افزائی کر کے علم وتحقیق، تصنیف وتالیف کے کاموں کو آگے بڑھایا ہے۔

بلاد مغرب (یورپ وامریکہ وغیرہ) علم وتحقیق کی غیر معمولی اہمیت اور اس کی لذت سے اسی وقت آشنا ہوسکے، جب اندلس کے راستہ سے علم وتحقیق کے بارے میں اسلامی تصورات وافکار کی روشنی یورپ کی تاریک فضاؤں پر پڑی اور بلاد مغرب کے اہل علم جو عیسائیت کی غیر معقول بندشوں کی وجہ سے علم وتحقیق کے میدان میں آگے آنے کی ہمت نہیں کررہے تھے، انہیں اندلس کے مسلم علماء محققین اور سائنس دانوں کی شاگردی اور صحبت سے اور ان کے افکار سے متاثر ہوکر یہ حوصلہ ملا کہ وہ علم وتحقیق کے بارے میں لگائی گئی، مذہبی بندشوں کو توڑ کر اور اس کے لئے قربانیاں دے کر جرات وہمت کے ساتھ تحقیق وریسرچ کے میدان میں رواں دواں ہوں اور مغربی دنیا کو دور ظلمت سے نکال کر سائنسی اور انسانی علوم کے میدان میں سرگرم سفر کردیں۔

افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ اُدھر یورپ میں طویل سناٹے کے بعد اندلس کے فیضان سے علم وتحقیق کا کارواں رواں دواں ہوا، اس نے تیز گام سفر شروع کردیا اور سائنسی اور صنعتی علوم میں مغرب نے اتنی ترقی کی کہ دنیا کی سیاسی

قیادت کے ساتھ علمی اور فکری قیادت بھی اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ دوسری طرف مسلمان مختلف اسباب کی بنیاد پر سیاسی زوال کے ساتھ علمی اور فکری زوال کا بھی شکار ہو گئے اور عالم اسلام میں علم و تحقیق ریسرچ واختراعات کی جو گرم بازاری تھی وہ رفتہ رفتہ ماند پڑتے پڑتے تقریباً ختم ہوگئی اور بلاد مغرب کے ایسے دریوزہ گر ہو گئے کہ ان کی نگاہیں ہر میدان میں بلاد مغرب کی طرح اٹھنے لگیں اور تمام معاملات میں ان کا قبلہ مغرب ہو گیا۔

سائنسی اور صنعتی علوم ہی میں نہیں، بلکہ مذہبی علوم میں بھی بحث و تحقیق استنتاج واستخراج کا سلسلہ رفتہ رفتہ بہت کمزور پڑ گیا، اور علوم وفنون کے میدان میں سناٹا نظر آنے لگا، علم کا کارواں ایک روایتی ڈھرے پر چلنے کا عادی ہو گیا، اپنے اسلاف کے سرمایہ علم کو آگے بڑھانے ان پر تحقیق وریسرچ کرنے، ان کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لینے اور میدان علم میں ترقی کرنے کی کوشش کے بجائے ایک طرح کی علمی قناعت پسندی اور علمی جمود کی کیفیت طاری ہوتی گئی، جس سے عالم اسلام علم و تحقیق کے میدان میں پسماندگی کا شکار ہو گیا اور اپنے اسلاف کے علمی سرمایہ کی قدردانی اور اس کی حفاظت بھی کما حقہ ہم سے نہ ہو سکی، علمی و تعلیمی ادارے قائم ہوئے، اور کچھ تعلیمی اصلاحی وتربیتی کام بھی کرتے رہے، لیکن علوم وفنون کے میدان میں حوصلہ مندی اولوالعزمی اور مہم جوئی ختم ہوگئی، جو ہمارے اسلاف کا امتیاز تھا اور ان کی پہچان تھی، علامہ اقبال مرحوم نے بانگ درا میں اپنی نظم ''خطاب بہ جوانان اسلام'' میں کتنے درد وسوز کے ساتھ اس علمی زوال کا مرثیہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھا ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ
غنی روزسیاہ پیر کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخارا

ہمارے بڑے دینی مدارس اور عصری جامعات نیز بلاد عربیہ کی یونیورسٹیز اور تحقیقی و تصنیفی اداروں میں علم و تحقیق کے جو کام ہو رہے ہیں، میں ان سے بالکل ناآشنا نہیں ہوں، بڑی حد تک ان سے واقف رہنے کی کوشش کرتا ہوں، ان میں سے بعض بڑے معیاری اور قابل قدر ہوتے ہیں، خواہ مخطوطات کی تحقیق ودراسہ کا کام ہو یا علوم اسلامیہ کے مختلف اہم موضوعات پر مستقل تصنیف وتالیف کا کام، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اکثر مقالات وابحاث سرسری اور سطحی ہوتے ہیں ان میں وہ عرق ریزی تلاش وجستجو، نقد وتجزیہ نہیں ہوتا، جس کا موضوع تقاضا کرتا ہے نہ ایم۔اے، پی۔ ایچ۔ڈی کے طلبا وہ محنت کرتے ہیں جو انہیں کرنی چاہئے اور نہ مشرفین پورے طور پر رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے

ہیں۔ بسا اوقات تو محض خانہ پری محسوس ہوتی ہے، اگر چہ تحقیق مخطوطات سے اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ کوئی اہم قلمی کتاب جو اب تک شائع نہیں ہوسکی تھی اشاعت کے لائق بن جاتی ہے، یا اشاعت پذیر ہو جاتی ہے اور یہ کم فائدہ نہیں ہے، اگر مخطوطے پر تحقیق کا کام صحیح طور پر نہیں کیا جاسکا تو اس کے مصنف اور کتاب پر ظلم ضرور ہو جاتا ہے، لیکن کسی نہ کسی شکل میں وہ کتاب اہل علم کے سامنے آجاتی ہے اگر وہ کوئی اہم کتاب ہوتی ہے تو دوبارہ اس پر زیادہ بہتر اور مکمل انداز میں تحقیق کا داعیہ پیدا ہو جاتا ہے، اور کوئی نہ کوئی اہم شخص اس کام کو بہتر طور پر انجام دے دیتا ہے۔

دور حاضر میں سہولت اور وسائل کی کثرت کی وجہ سے تصنیف و تالیف، تحقیق و دراسہ کا کام کافی آسان ہو گیا ہے، اس لئے اسلامی علوم پر بڑی تعداد میں کتابیں شائع ہو رہی ہیں، مطبوعات کا ایک سیلاب ہے جو مختلف عوامل و محرکات کی وجہ سے ٹھاٹھیں مار رہا ہے، اور مطبوعات کی اس کثرت میں بہت بڑی تعداد رطب و یابس قسم کی ہے، ایسی کتابیں جو معیاری ہوں، پوری علمی ریاضت و محنت کے ساتھ لکھی گئی ہوں اور علم آموز یا فکر انگیز ہوں بہت کم سامنے آتی ہیں اور اگر ایسی کتابیں کہیں نظر آتی ہیں تو نگاہیں ان پر ٹھہر جاتی ہیں اور انہیں مطالعہ کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا دل چاہتا ہے، اگر چہ اب پیرانہ سالی اور کثرت مصروفیات کی وجہ سے زیادہ مطالعہ کا موقع نہیں ملتا۔

اسی طرح کی ایک کتاب جو تقریباً ڈیڑھ دو سال پہلے مجھے سفرِ برطانیہ کے دوران ملی، مصنف سے ملاقات تو نہیں ہوئی، لیکن انہوں نے از راہ محبت اس کا نسخہ میرے پاس بھیجا اور یہ خواہش بھی کی کہ اس کتاب پر میں اپنی رائے تحریر کروں، وہ کتاب ہے جناب مولانا ڈاکٹر یوسف شبیر صاحب کی ''العناية فی تحقيق الأحاديث الغريبة فی الهداية'' جو دو جلدوں میں مکتبہ اسماعیل بریطانیا سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب میرے پاس ایک سال سے زائد عرصے سے ہے، وقتاً فوقتاً میں دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں، اس سے استفادہ کرتا ہوں، کتاب پر چند عظیم شخصیات کی بلند پایہ تقریظات ہیں، جن سے کتاب کی خصوصیات اور اس کے مقام کا علم ہوتا ہے، وہ شخصیات ہیں: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم (پاکستان)، شیخ نظام یعقوبی العباسی (بحرین) شیخ عبداللہ بن یوسف الجدیع (سعودی عربیہ)۔

کتاب کے ٹائٹل پر کتاب کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے کہ یہ کتاب امام مرغینانی کی کتاب ''الہدایۃ'' کی ان احادیث کی تحقیق ہے، جن پر بلند پایہ ائمۂ حدیث امام زیلعیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مطلع نہیں ہو سکے، اسی کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں عبدالقادر قرشی، ابن الترکمانی اور ابن ابی العز کی تحقیقات بھی شامل ہیں، نیز علامہ عینی، شیخ ابن الہمام، قاسم بن قطلو بغا کے استدراکات بھی کتاب کی زینت ہیں اور تقریباً اسی (۸۰) احادیث ایسی ہیں جن پر ان بلند پایہ ائمہ نے بھی استدراک نہیں کیا ہے۔

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور مکتبہ اسماعیل برطانیہ نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے، اس کی تحسین و

تزئین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، جلد اول کے صفحات ۸۰۸ ہیں، اور جلد دوم کے صفحات ۸۱۰ ہیں، اس کتاب پر مصنف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی ہے اور یہ کتاب بلاشبہ اس کی مستحق بلکہ اس سے زیادہ کی مستحق ہے، بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب حدیث وفقہ کے علوم کا گنجینہ ہے، مصنف نے بہت ہی تحقیق، دیدہ ریزی، بلند ہمتی اور صبر کے ساتھ تحقیق کے اعلیٰ ترین معیار پر اس کتاب کو مرتب کیا ہے، ایسی بلند پایہ تحقیقی اور تنقیدی کتابیں خال خال نظر آتی ہیں اور ایسی کتابوں کو اپنے علمی مراجع میں شامل کرنا، اہل علم اور طلبہ کے لئے بہت نفع بخش اور کارآمد ہے۔

جس موضوع پر امام زیلعی، حافظ ابن حجر، عبد القادر قرشی، ابن الترکانی، ابن ابی العز، حافظ عینی، علامہ ابن ہمام، اور شیخ قاسم ابن قطلوبغا پوری داد تحقیق دے چکے ہوں اور اپنے اپنے نتائج بحث وتحقیق پیش کر چکے ہوں، ایسے موضوع پر دور حاضر کے ایک نوجوان عالم دین کا داد تحقیق دینا اور علوم وفنون کے سمندر میں غواصی کر کے بے شمار قیمتی درخشاں موتیاں نکال لانا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے، خاص بات یہ ہے کہ تنقید واستدراک میں ان کا اسلوب انتہائی تواضع اور ادب کا ہے، کہیں بھی ان کے قلم سے کسی بھی شخصیت کے بارے میں ادنیٰ بے ادبی کا شبہ بھی نہیں ہوتا۔

مصنف برطانیہ کے مشہور مفتی اور محدث حضرت مولانا مفتی شبیر احمد دامت برکاتہم (بلیک برن برطانیہ) کے فرزند ارجمند ہیں، جن کے قلم سے مختلف معیاری تصانیف شائع ہو چکی ہیں، انہوں نے اپنے والد گرامی اور برطانیہ کے دوسرے علماء ومشائخ سے خوب خوب استفادہ کیا، اسی کے ساتھ ساتھ ہند وپاک کے انتہائی نامور اور محقق علماء اور مشائخ سے انہوں نے بھر پور استفادہ کی کوشش کی جس کا اندازہ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے، خاص طور سے مظاہر علوم سہارنپور کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ، جو بلاشبہ اپنے دور کے امیر المومنین فی الحدیث تھے اور علوم اسلامیہ خصوصا حدیث اور علوم حدیث پر ان کی نگاہ بڑی محققانہ اور مبصرانہ تھی، ان سے اور ان کی تحریروں سے مصنف کتاب نے بھر پور استفادہ کیا ہے اور جگہ جگہ ان کے حوالے دئے ہیں، اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم سے مصنف کا بڑا گہرا رابطہ وتعلق ہے اور سفر وحضر میں مصنف کتاب ان سے کافی استفادہ کرتے رہے ہیں، اس کتاب پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی تقریظ مصنف سے ان کی غیر معمولی تعلق اور اعتماد کا پتہ دیتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ کسی موضوع پر کتنا بھی کام ہو چکا ہو، اگر کوئی ذہین، حوصلہ منداور تحقیقی اور تنقیدی مزاج رکھنے والا شخص اس وادی میں قدم رکھے اور اپنی توانائیاں صرف کرتا رہے تو نئے گوشے اور نئی دریافتیں پیش کرسکتا ہے، اور کاروان علم وتحقیق کو آگے بڑھا سکتا ہے۔

کتاب کی دونوں جلدوں میں ہدایہ کی جن احادیث پر بحث وتحقیق کی گئی ہے اور سابق ائمہ کے نتائج فکر کو پیش

کرنے کے ساتھ مصنف نے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے، ان کی تعداد ۳۷۹ ہے، دوران تحقیق فقہ وحدیث کے بے شمار مباحث پر گفتگو آئی ہے اور جن شخصیات کی تحقیقات اور نتائج فکر کو پیش کیا گیا ہے ان کا مختصر تعارف بھی کرایا گیا ہے، کتاب کے کچھ اہم مباحث کی اگر نشاندہی کی جائے تو اس سے بھی یہ تحریر کافی طویل ہوجائے گی، کتاب کے اخیر میں تفصیلی فہرستیں ہیں، جن میں سے ایک فہرست متفرق ابحاث وتحقیقات کی ہے، جو جلد دوم کے صفحہ ۶۴۵ سے ۶۵۴ تک پھیلی ہوئی ہی اس پر نظر ڈالنے سے کتاب کے اصل موضوع سے ہٹ کر دوسرے ابحاث وتحقیقات کی نشاندہی ہوتی ہے، اطراف حدیث وآثار کی طویل فہرست ہے اور اس کے بعد مصادر ومراجع کی بہت جامع اور مفصل فہرست ہے، مراجع کی تعداد ۸۲۲ ہے، اس سے مصنف کے کثرت مطالعہ اور تحقیق وتصنیف میں دیدہ ریزی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی اس تحقیقی اور دستاویزی کتاب کو قبول فرمائے، اہل علم وفکر کے درمیان قبولیت سے نوازے اور مصنف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

اس غیر معمولی کتاب پر میں مصنف اور ناشر دونوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ وحدیث سے دلچسپی رکھنے والے علماء، فضلاء اور طلبہ سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں گے، اور اس کتاب کے مباحث کو زیادہ نکھارنے میں مدد دیں گے۔

دہلی، 19/ستمبر2005

مکرم ومحترم مدیر رسالہ تحقیقات شرعیہ، لکھنؤ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا ترجمان' سہ ماہی تحقیقات شرعیہ لکھنؤ' کا تیسرا شمارہ نظر نواز ہوا۔ شمارہ اپنے ظاہری حسن وزیبائی میں جتنا دیدہ زیب ہے، اس سے زیادہ اپنے علمی مضامین اور فکری تحریروں کی قدر وقیمت کے لحاظ سے معیاری ہے۔ ایک سو بارہ صفحات پر مشتمل اس رسالہ میں اداریہ کے علاوہ نو مضامین شامل ہیں، جو حجم اور تعداد دونوں میں اعتدال کا عکس جمیل ہیں۔ رسالہ کے مضامین موضوعات کا تنوع لئے ہوئے ہیں' جو قاری کی دلچسپی کو بڑھاتے اور رسالہ کی افادیت کو دوچند کرتے ہیں، لیکن ان سب میں جو نکتہ قدر مشترک ہے، اور جو اس رسالہ کی جان بھی ہے، اور اس کی آن اور شان بھی' وہ تمام ہی مضامین میں 'تحقیق' کے عنصر کی موجودگی ہے، بالفاظ دیگر' ندوۃ العلماء کے اسلوب تحریر کے امتیاز اور مزاج کی جلوہ گری ہے۔

رسالہ کی اشاعت وطباعت پر مدیران اور ان کی پوری ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔ اور خصوصی امتنان وتشکر ناظم ندوۃ العلما' مولانا سید بلال حسنی ندوی مدظلہ کے لئے ہے' کہ جنھوں نے اس قافلہ تحقیق کو سرگرم رکھا ہے۔ رسالہ کے مدیر مولانا عتیق احمد بستوی مدظلہ نے نہ صرف اس رسالہ کے وقار واعتبار کو قائم کیا ہے' بلکہ خود ان کے گہر بار قلم سے انتہائی ضروری اور قیمتی مضمون رقم ہوا ہے' جس نے ہمارے علمی سرمایہ میں' بے احتیاطی کے نتیجہ میں چلی آرہی تاریخی اغلاط سے پردہ اٹھایا ہے۔ تحقیق وتنقید علمی زندگی کی پہچان اور اس کی کشت ویراں کی جان ہوتی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ رسالہ آنے والے دنوں میں اپنے معیار کو عالمی سطح کی بلندیوں سے ہم آہنگ رکھے گا، اور دنیائے تحقیق میں استناد کا سرمایہ بنے گا۔

اس سلسلہ میں چند مشورے پیش خدمت ہیں، اس امید کے ساتھ کہ ارباب مجاز ان پر توجہ دیں گے، اور اہل تحقیق ان میں اضافہ فرمائیں گے:

ا۔ پورے رسالہ کے لئے حوالہ جات کا ایک طریقہ مقرر کرلیا جائے، اور مضامین نگاروں سے گذارش کی جائے کہ حوالہ جات کے اس طریقہ کی پابندی فرمائیں۔ اس سے حوالہ میں مطلوب معلومات مکمل مہیا ہوسکیں گی، اور حوالہ کے جدید معیاری طریقہ کی تکمیل ہوگی۔ مثلا: مصنف کا نسبتی یا مشہور نام، پھر مکمل نام، پھر کتاب کا مکمل نام، پھر جلد و صفحہ، پھر مقام اشاعت، پھر ناشر، پھر سن اشاعت۔ (مثال کے طور پر: ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلا، جلد 8، صفحہ 78، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1985)۔ اگر کسی مجلہ یا مرتبہ کتاب میں شامل مضمون کا حوالہ ہو تو' پہلے مقالہ نگار کا مشہور نام مع مکمل نام، پھر مقالہ کا عنوان، پھر مرتب کا مشہور نام مع مکمل نام، پھر کتاب یا مجلہ

کا نام، پھر کتاب کی جلد وصفحہ، یا مجلہ کا شمارہ نمبر مع سنہ، پھر مقام اشاعت، پھر ناشر، پھر سن اشاعت۔(مثال کے طور پر : رحمانی، خالد سیف اللہ، اعضاء کی پیوند کاری، قاسمی، مجاہد الاسلام، جدید فقہی مباحث، صفحات 110-80، دہلی: اسلامک فقہ اکیڈمی،1995)۔

حوالہ جات کے اندراج کے لئے اور بھی کئی طریقے معروف ہیں، ان میں سے کسی کی بھی پیروی کی جا سکتی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ معلومات مکمل بہم ہوں، ادھوری معلومات پر اکتفانہ ہو، اور ایک مضمون یا مقالہ کے اندر ایک ہی منہج کی پابندی رکھی جائے۔ واضح رہے کہ حوالہ جات دیتے ہوئے مصنف کے لئے القاب نہیں لکھے جائیں گے، جیسے 'حضرت مولانا'، 'ڈاکٹر پروفیسر'، 'شیخ الاسلام'، 'امام'، اور 'جناب'، وغیرہ کے الفاظ۔ اسی طرح یہ غیر ضروری ہے کہ لفظ 'مصنف'، یا لفظ 'ناشر' کا اضافہ کیا جائے۔

۲۔ اعداد کو رومن/انگریزی (اصلا عربی اعداد) میں لکھا جائے، کیونکہ اردو ان پیج میں طباعت کے وقت اعداد کے نمبرات بسا اوقات الٹ پلٹ جاتے ہیں، مثال کے طور پر اسی رسالہ کے اہم مضمون 'علامہ سرخسی کے بعض تاریخی تسامحات' میں تاریخی اغلاط کی تصحیح اور استدلال کے ضمن میں امام محمد بن حسن شیبانی کی تاریخ وفات صفحہ 56 پر 187ھ لکھی گئی ہے، اور اگلے صفحہ پر 198ھ درج ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریخی اغلاط کی تصحیح کے مضمون میں تاریخ کی غلطی کی برقراری' اسے دستاویزی حیثیت دینے میں دشواری پیدا کرتی ہے۔ صفحات اور جلدوں کے نمبرات اور سنین کے تذکروں میں ایسی اغلاط الجھنیں پیدا کرتی ہیں۔

۳۔ بہتر ہوگا کہ رسالہ کے ہر صفحہ کی پیشانی پر ایک جانب رسالہ کا نام اور دوسرے کنارہ پر مضمون کا عنوان درج کیا جائے، اس طرح دوسرے کنارہ کا یہ اندارج ہر مضمون کے ساتھ بدلتا جائے گا۔ اس سے رسالہ کی ورق گردانی میں ہر صفحہ پر یہ تعیین ہوتی رہتی ہے کہ کون سا مضمون ابھی جاری ہے۔

۴۔ مضمون نگار کا عہدہ مع پتہ' ہر مضمون کے اختتام پر درج کیا جائے، یا سرورق کے اندرونی صفحہ پر ایک جگہ تمام مضمون نگاروں کی یہ تفصیلات درج کر دی جائیں، اس سے قارئین کو مضمون نگاران کا تعارف حاصل ہوتا ہے، اور محققین کو مضمون نگاروں کے ساتھ رابطہ کی سہولت فراہم ہوتی ہے۔

یہ چند مشورے بے ادبی کی معذرت کے ساتھ عرض کئے گئے ہیں۔ عالم عرب واسلام سے جدید موضوعات پر یا جدید اشاعتوں کے ساتھ شائع ہونے والی علمی کتابوں کے تعارف کا ایک مستقل کالم اگر رسالہ میں شامل کر لیا جائے تو اس سے طلبائے علم کے لئے افادیت بڑھ جائے گی۔

والسلام مع الاکرام

محمد فہیم اختر ندوی

شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد